www.KitaboSunnat.com

پروفیسر منظور احسن عباسی

قسط (۴)

سزائے مرتد پر چند مغالطے اور اُن کا دفعیہ

مؤلفِ کتاب نے محض اختلافی نکتوں پر اپنے دلائل کی بنا رکھی ہے۔ متفقہ فیصلہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن احادیث کی تمام بحث میں کوئی ایک نظیر بھی ایسی نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ کسی مرتد کو ارتداد کی حالت میں زندہ رہنے کا حق ہے اختلافات کی صورتِ تطبیق یہ ہے کہ مرتد کو مہلت توبہ دی جائے تو بہتر ہے۔ نہ بھی دی جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ عورت کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر مرتدہ سرکشی پر اتر آئے تو وہ بھی مستوجبِ قتل ہے ورنہ اسے قید میں رکھا جائے گا[1] اور توبہ کرلے تو مرد و عورت دونوں کے لیے معافی کی اجازت ہے اور یہ تمام مسائل الفاظ و معانی قرآن و حدیث سے اخذ فرمائے گئے ہیں۔

رہا احادیث کے قابلِ تاویل ہونے کا معاملہ سو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ احادیث کے مطالب کی تاویل و تعبیر کی جا سکتی ہے۔ یہ عمل قرآنی آیات میں بھی نافذ ہے لیکن تاویل کے بھی کچھ اصول ہیں۔ ایسی تاویل جس کے نہ الفاظ متحمل ہوں اور نہ اس کا مفہوم ہی درست ہو سکے، تفسیر بالرائے کے مصداق ہے جس پر سخت وعید آئی ہے۔ اس کے لیے تاویل کرنے والے کی ذہنی اور علمی صلاحیت، اس کی بے لوثی اور اخلاقی بلند نظری اور حقیقت پسندی کو مدِنظر رکھا جاتا ہے۔ ایک جاہل مرد نے جس کا نام مجرم تھا آیت کَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ کا مطلب یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو جن کا نام مجرم ہے ہلاک کر دے گا۔ ایک شر پسند علم رحمٰن یمامہ (جو مسیلمہ کذاب کے نام سے مشہور ہے) آیت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں رحمٰن سے اپنی ہستی مراد لیتا ہے۔ ایک احمق لا تقربوا الصلوٰۃ کا یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ کسی کو نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ ایک پڑھے لکھے شخص کا دعویٰ ہے کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ حضورؐ آخری نبی نہیں تھے بلکہ نبیوں کی مہر تھے کہ جس پر مہر لگا دی اسے نبی بنا دیا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ فرمودۂ رسول ہے ہی نہیں، یہ کسی ملا کا قول ہے۔ جناب مؤلف کتاب نے اس شخص کی طرح اس حدیث کو ملا کا قول کہنے کی جرأت تو نہیں فرمائی لیکن ایسی تاویل فرمائی ہے جو اویر کی تاویلات سے بہت مشابہ ہے مثلاً ارشاد ہے کہ مولوی چراغ علی نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے۔ لیکن بیشتر اصحاب کے نزدیک یہ کوئی معقول سبب نہیں جس کی بنیاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو رد کر دیا جائے (مطلب یہ ہے کہ کاش منقطع ہونے کے علاوہ اور وجہ کوئی ہوتی کہ اسے رد کیا جا سکتا) تاہم وہ فرماتے ہیں کہ اس کی تاویل کی جا سکتی ہے (جو نتیجۃً اس کے رد کرنے ہی کے برابر ہوگی) کہ اس میں لفظ اقتلوہ جو آیا ہے اس کو حقیقی معنوں میں نہ لیا جائے بلکہ اس کے مجازی معنے مراد ہوں یعنی ایسے شخص کو گمراہ سمجھ کر قتل کر دینا نہیں ہے بلکہ یہ معنے لیے جا سکتے ہیں کہ ایسے شخص کو گمراہ سمجھ لو اور جو کہتا ہے اس کی طرف توجہ نہ دو۔ اور دلائل کے سلسلہ میں انہوں نے بتایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے قبیلہ خزرج کے سردار سعدؓ کی بابت جو خلافت کا امیدوار تھا فرمایا کہ اقتلوا السعد اقتلہ اللہ یعنی اس کو مردہ تصور کر لو اور اس کی بات کی طرف توجہ نہ دو۔ مطلب یہ ہے کہ اسی طرح من بدل دینہ فاقتلوہ میں بھی یہ معنے ہیں کہ جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اسے مردہ تصور کر لو اور اس کی جانب توجہ نہ دو یعنی اسے مجرم نہ سمجھو جو کہتا ہے کہنے دو۔ قطع نظر اس کے کہ حضرت عمر کا یہ واقعہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ جناب مؤلف کو خود ہی اپنی اس تاویل پر اطمینان نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہاں تو خیر ہے یہ تاویل کر بھی لی جائے۔ لیکن امام مالک کی مؤطا کے باب "من ارتد عن الاسلام" میں لفظ قتل نہیں ہے بلکہ گلا کاٹ دینا آیا ہے۔ من غیر دینہ فاضربوا عنقہ یعنی جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اس کا گلا کاٹ دو، میں یہ تاویل نہیں چلے گی تاہم چونکہ سزائے مرتد کی نفی مطلوب تھی اس لیے آگے چل کر انہوں نے بتایا ہے کہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح اس حدیث کی بابت یہ ہے کہ جو مسلمان مرتد ہو کر اپنا مذہب چھپا رکھے اور اسلام کا اظہار کرے تو اس کے اس نفاق کا راز کھل جانے پر توبہ کی پرواہ کیے بغیر اسے قتل کر دینا چاہیے۔

مؤلف ممدوح کو امام مالک کے اس موقف پر اعتراض ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک کے اس برتر مقام، اتقاء اور علم کا احترام کرتے ہوئے بھی ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ منافقین کے باب میں ان کا یہ فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام صاحب نے جو قتل کا حکم دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے خلاف ہے۔ مقام حیرت ہے کہ بعض اوقات انسان اپنی ہٹ دھرمی پر آ کر کس طرح حقیقت کی طرف سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ امام صاحب نے تو اس منافق کے قتل کو جرم ارتداد کے ثابت ہونے پر موقوف رکھا ہے۔ چنانچہ خود ہی مؤلف کتاب نے جو ترجمہ کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

On proof of his guilt he shall be slained.

یعنی جب اس کا جرم ارتداد ثابت ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے۔ لیکن مؤلف کتاب یہ سمجھے کہ منافق کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مؤلف موصوف امام مالک پر خلاف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حکم دینے کا الزام جڑنے کے بعد بھی[45] اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حدیث کے الفاظ مشتبہ ہیں۔ لوگوں کو صحیح یاد نہ رہنے اور ان حالات کو نظر انداز کر دینے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعث جو اس حدیث کا پس منظر ہیں یہ بات کہہ دی گئی تھی۔ در پردہ یہ ان لوگوں کے خلاف جو اس حدیث سے قتل مرتد کا حکم واضح طور پر اخذ فرماتے ہیں۔ الزامات کی ایک فہرست ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بلاشبہ حدیث کے یہی معنے ہیں کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا۔ اس میں اقتلوا کی وہ تاویل نہیں چل سکتی کیونکہ یہ لفظ قتل نہیں بلکہ ضربِ عنق (گردن کاٹ دینا) ہے تاہم محدثین نے اس کے پس منظر کو نہیں دیکھا اور اس حدیث کی تاویل کی جا سکتی ہے کہ مرتد کو صرف اس صورت میں قتل کیا جائے گا جبکہ وہ حربی ہو جائے۔ کیونکہ الفاظ احادیث میں اختلاف ہے (یعنی ایک میں قتل کرنے کا حکم ہے اور دوسری میں گردن کاٹنے کا) لہٰذا دونوں غلط ہیں اس لیے اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ استدلال کی اس قوت کا مظاہرہ فرمانے کے بعد دوسری احادیث کے بارے میں مصنف موصوف کا رویہ بھی فرو تر ہے (صفحہ ۴۶-۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایسے کسی شخص کو جو توحید الٰہی اور میری رسالت کا اعتراف کرے، قتل نہیں کیا جا سکتا سوا ان تین صورتوں کے کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو یا شادی شدہ ہونے کے باوجود ارتکابِ بدکاری کرے یا یہ کہ وہ اپنے دین سے پھر کر اپنی جماعت سے الگ ہو جائے۔

(بخاری باب النفس بالنفس و ترمذی)

پھر بخاری میں ایک اور حدیث باب القصاص میں یوں آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں صورتوں کے علاوہ کسی پر قتل کی شرعی سزا نافذ نہیں فرمائی۔ یعنی وہ جس نے ناحق قتل کا ارتکاب کیا ہو یا محصن ہو کر زنا کیا ہو یا خدا اور رسول سے جنگ کر رہا ہو کر اسلام سے پھر گیا ہو۔ ایسی ہی ایک حدیث سنن نسائی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جس میں واجب القتل شخص کے ذکر میں الفاظ یوں ہیں کہ تیسرا وہ جو مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو جائے۔ سنن نسائی کی ایک حدیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہے اس میں تیسری قسم کے واجب القتل شخص کا ذکر اسی طرح ہے کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے۔ پھر سنن نسائی میں ایک اور حدیث میں مرتد کو مسلمانوں کا دشمن بتایا گیا ہے۔ اور ابو داؤد کے باب الحکم فی من ارتد میں تیسرے زمرہ کے واجب القتل اشخاص کی بابت بتایا گیا ہے کہ جو لوگ محاربین باللہ والرسول ہیں انہیں یا تو قتل کر دیا جائے گا یا سولی دے دی جائے گی یا جلا وطن کر دیا جائے گا۔ یہ الفاظ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۳ کا ہی مفہوم ہیں۔ حضرت عثمان سے اندریں باب دو احادیث مروی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی مسلمان کا قتل جائز نہیں ہے۔ وہ شخص جو مسلمان ہو کر مرتد ہو جائے یا شادی شدہ ہو کر مرتکبِ زنا ہو یا کسی شخص کو ناحق قتل کر دے (باب ما یحل بہ دم المسلم) اسی باب کی دوسری حدیث حضرت عثمان کی روایت کردہ ہے جس میں آخری مستوجب القتل کی بابت یہ الفاظ ہیں کہ جو شخص ایمان لانے کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتد ہو جائے۔ پھر ابو داؤد میں ایک حدیث ہے کہ خدا کا بندہ جب اسلام سے نکل کر مشرکین میں جا ملے تو اس کا خون حلال ہو جائے گا۔

مؤلف کتاب نے ان احادیث کے الفاظ میں معمولی تفاوت کو بہانہ بنا کر، حالانکہ سب کا مفہوم ایک ہے، تمام احادیث کو ساقط الاعتماد سمجھ لیا ہے۔ ان میں سے کوئی حدیث یہ ظاہر نہیں کرتی کہ مرتد کی کوئی سزا نہیں ہے۔ اس کی باتوں پر توجہ نہ دی جائے۔ ان احادیث کے علاوہ ایک حدیث اور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور پھر معاذ بن جبلؓ بھی وہاں بھیجے گئے۔ جب وہ یمن پہنچے تو حضرت ابو موسیٰؓ نے ان کو خوش آمدید کہا اور تشریف رکھنے کی درخواست کی لیکن اس وقت ایک یہودی پیش ہوا جو مسلمان ہو کر پھر یہودی ہو گیا تھا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ میں نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ خدا اور رسول کے احکامات کے بموجب پہلے اسے قتل نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ تب حضرت معاذؓ وہاں بیٹھے۔

اس واضح حدیث کی تاویل فاضل مؤلف کے علاوہ اور کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ بہت ممکن ہے کہ وہ یہودی یمن کے اسود عنسی مدعی نبوت کی حمایت میں داخل ہو گیا ہو۔ اسود عنسی وہ شخص ہے جس نے ایک فوج مسلمانوں کے خلاف تیار کی تھی اور آنحضرتؐ کے متعین فرمودہ دو اصحاب عمرو بن حزم اور خالد بن سعید کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا تھا۔

دلیل کی قوت ملاحظہ فرمائیے کہ شاید ایسا ہوا ہو، اس لیے قتل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ اس کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ مسلمان ہو کر پھر اسلام سے پھر گیا تھا۔ اگر دیگر کوئی قصور مستوجب قتل ہوتا جو جناب مؤلف کے اپنے ذہن کی اختراع ہے تو لازم تھا کہ اس حدیث میں اس کی نشاندہی ہوتی۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایک شخص کو مستوجب قتل قرار دیا جائے اور اس کا وہ جرم نہ بتایا جائے جس کی بنا پر اسے قتل کرنا واجب ہو، بلکہ وہ جرم بتایا جائے جو جرم ہی نہیں ہے۔ قطع نظر اس سے کہ یہ ہرگز ضروری نہیں ہے کہ محارب قیدی کو قتل ہی کیا جائے۔ حضرت معاذؓ کا اصرار صرف ایک ہی قتل ہے۔

اس سلسلہ میں جناب مؤلف کی یہ دلیل بڑی معنی خیز ہے کہ حضرت معاذ بن جبل نے اس مرتد یہودی کے قتل کا مطالبہ اللہ اور رسول دونوں کے حکم کے بموجب کیا تھا۔ چونکہ قرآن میں مرتد کے لیے قتل کی سزا کہیں بھی موجود نہیں ہے بلکہ محارب اللہ کے لیے قتل کا حکم ہے۔ اس لیے ضرور وہ یہودی محارب تھا۔

اس قول کا تجزیہ کیا جائے تو عیاں ہو گا کہ مؤلف کے نزدیک قرآن میں تو مرتد کی سزا نہیں ہے لیکن حدیث میں ہے۔ مؤلف کے لیے تحت شعوری اعتراف سے انکار مشکل ہے کیوں کہ انہوں نے مرتد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سزا کا ذکر نہ ہونا صرف قرآن میں بتایا ہے ورنہ وہ یہ کہتے کہ معاذ بن جبل نے کتاب و سنت دونوں کی بنا پر قتل کا مطالبہ کیا تھا اور دونوں میں کہیں بھی قتل مرتد کی سزا مذکور نہیں ہے۔ اس سے بظاہر یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ مؤلف موصوف نے محارب اللہ کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اسلام کے خلاف تلوار اٹھائے یعنی حربی ہو۔ حالانکہ محارب اللہ والرسول کے معنے خدا اور رسول کے احکام کے خلاف کرنے والے کے ہیں۔ اس زمرہ میں فسق و فجور، رہزنی و ارتداد و بدکاری وغیرہ سب شامل ہیں اور سب کو محدثین نے محاربین باللہ سے تعبیر فرمایا ہے اور قرآن حکیم میں جہاں جہاں بھی حرب اللہ والرسول کا لفظ آیا ہے۔ غالباً ہر جگہ معصیت مراد ہے کہیں بھی جنگ مراد نہیں ہے۔ چنانچہ آیت انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ الآیۃ (مائدہ ۳۲ ع ۶) کے تحت صاحب تفسیر ماجدی نے لکھا ہے کہ:

"محاربہ سے مراد معصیت اور مخالفت یا اللہ اور اس کے رسول کے قانون کو توڑنا ہے۔"

(بحوالہ لغات لسان العرب و تاج العروس)

اور لکھا ہے کہ:

"اہل تفسیر تو سب اس طرف گئے ہیں نیز محدثین کی بھی یہی رائے ہے۔ یعنی کسی نے بھی محاربین اللہ والرسول سے حربی مراد نہیں لیا۔

اب کیسی غلطی ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ صرف ایسے مرتدین مستوجب سزا ہوں جو جرائم رہزنی، نہب و قتل کا ارتکاب کریں۔ اس خیال کی حماقت بیان کرتے ہوئے علامہ جصاص فرماتے ہیں کہ:

"جرم مسلمان کرے تو اس کی بھی یہی سزا ہے۔"

قطع نظر اس کے کہ حربیوں کو قتل کرنے کا حکم کہیں بھی نہیں ہے۔ ان سے مقاتلہ کا حکم ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے۔ غرض اس آیت کا مفہوم بھی جو مؤلف کتاب نے بتایا، خود ساختہ اور افسوسناک معنوی تحریف ہے۔

ظاہر ہے کہ اس بیہودی قرمہ کے باب میں ان تمام قیاس آرائیوں کی بنا محض یہ ہے کہ جناب مؤلف کسی صورت نہیں چاہتے کہ مرتد کے لیے سزائے موت کا حکم ثابت ہو۔ اس سلسلہ میں ایک نہایت حیرت انگیز جرأت یہ بھی فرمائی کہ حضرت معاذ بن جبل کا یہ فیصلہ محض ان کا ذاتی اجتہاد تھا۔ اور شاہ ولی اللہ نے بدلائل یہ ثابت کیا ہے کہ خواہ کوئی کتنی ہی بڑی شخصیت ہو (بجز پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے) ضروری نہیں کہ ان کے اجتہاد کو ہر حال درست سمجھا جائے اور بحوالہ سید الشریف جرجانی بتایا ہے کہ صحابہ کی ہر بات قابل تسلیم نہیں ہے۔ یعنی حضرت معاذ کی بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں جناب جسٹس رحمٰن کی اس رائے کے مقابلہ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی ملاحظہ فرمایئے۔

★ اعلمھم بالحلال والحرام معاذ

یعنی حلال وحرام کے مسائل سب سے زیادہ جاننے والے معاذ ہیں۔

★ یجئ معاذ یوم القیامۃ امام العلماء بین یدی العلماء

یعنی قیامت کے روز حضرت معاذ تمام علماء کے امام کی حیثیت سے علماء کے آگے آگے ہونگے

★ خذوا القرآن من اربعۃ من ابن مسعود وابی ومعاذ بن جبل وسالم

یعنی قرآن سمجھنا چاہو تو چار اصحاب سے سمجھو۔ ابن مسعود، ابی، معاذ بن جبل اور سالم سے۔

★ قد سن لکم ھذا معاذ فاصنعوا (مسند احمد ص ۲۴)

یعنی یہ طریق کار معاذ نے بتایا ہے بس اس پر عمل کرو۔

حضرت معاذ بن جبل کی اس غلطی کا سبب بھی جناب مؤلف نے یہ بیان فرمایا ہے کہ معاذ کے ذہن میں خدا و رسول کے واضح احکام نہ تھے۔ (ص ۴۲)

گویا غیر واضح ذہن کی بنا پر انہوں نے اس یہودی کے قتل پر اصرار کیا لیکن جناب مؤلف نے اس امر پر غور نہ فرمایا کہ اس قصور میں (معاذ اللہ) نہ صرف حضرت معاذ بلکہ ابو موسیٰ اشعری بھی ملوث تھے کہ انہوں نے اس یہودی کو سزائے موت دی بلکہ اس وقت کے جملہ حاضرین اور تمام صحابہ جنہوں نے بعد میں اس پر کوئی اعتراض کبھی نہیں کیا بلکہ خود ذاتِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جن کے عہد میں یہ واقعہ پیش آیا کوئی اعتراض نہیں کیا تو کیا ان سب کے ذہن میں احکاماتِ خدا اور رسول واضح نہ تھے؟

خدا اور رسول کے نزدیک مرتد کے واجب القتل ہونے کا ثبوت اس سے زیادہ واضح اور ممکن نہیں

اس کے بعد مؤلف نے ان دو احادیث کو بھی محلِ مقیدہ بتایا ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ارتداد کے جرم میں قتل کا حکم دیا۔ جناب مؤلف کی تحقیق اندریں باب یہ ہے کہ ان احادیث میں سے ایک حضرت عائشہؓ سے اور دوسری حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے اور دونوں کے روایات میں بعض ایسے اور ساقط نام ہیں جن کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھا گیا لہٰذا یہ حدیث مشکوک ہے اور مبہم بھی ہے کیونکہ اس میں اس عورت مقتولہ کی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث سے یہ ظاہر نہیں ہے کہ وہ امن پسند مرتدہ تھی یا محاربہ مرتدہ۔ باوجود اس کے انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ وہ ضرور محاربہ تھی ورنہ قتل نہ کی جاتی۔ یہ غلط طرزِ استدلال کو مصادرۃ علی المطلوب کہتے ہیں اور فن مناظرہ میں اس کو حماقت سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ احادیث دوسرے احکام و احادیث صحیحہ کی تائید کرتی ہیں چنانچہ علامہ سرائیؒ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتلِ مرتد ہ کے حق میں علامہ سرخسی حنفی کے جو دلائل نقل کیے ہیں ان میں دو عورتوں ام مروان اور ام فرقہ کے حکم قتل کے علاوہ اس حدیث سے بھی استدلال فرمایا ہے جس میں ہر شخص کے قتل کا حکم ہے جو دین سے پھر جائے اور لکھا ہے کہ موجب قتل صرف جرم ارتداد ہے۔ خواہ وہ مرد سے سرزد ہو یا عورت سے اور اس کی تائید میں شارح بخاری علامہ عینی کے دلائل بھی پیش کیے گئے ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن عمر اور زہری اور ابراہیم نخعی کی رائے بوضاحت درج ہے کہ مرتد مرد ہو یا عورت۔ اگر ایمان نہ لائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ایک مرتدہ عورت کے قتل کیے جانے کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ فلم ینکر ذالك علیه احد کہ ایک فرد متنفس بھی ایسا نہیں جس نے اس حکم سے انکار کیا ہو اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے یہ حدیث مروی ہے:۔

ایما امرأة ارتدت عن الاسلام فادعها فان عادت والا فاضرب عنقها

یعنی جو عورت اسلام سے پھر جائے اسے مسلمان ہونے کی دعوت دی جائے اگر اسلام قبول کر لے تو بہتر ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

اس کے مقابلہ میں بعض احادیث اور تعامل صحابہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ مرتدہ عورت کو قتل کی بجائے قید و بند کا حکم ہے جس کی بنا پر انہیں قتل کرنا منع ہے اور ان اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ عورتوں کو قتل کی ممانعت ہے چنانچہ خود جناب مؤلف نے اس حدیث کا ترجمہ درج فرمایا ہے[1] کہ اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہ کرو (ص۲۰۸) اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر مرتد مرد ہو تو اسے قتل کر دیا جائے ورنہ عورت کے قید کی کیا ضرورت تھی۔

رہا عورت مرتدہ کا حکم تو اس کا فیصلہ متفقہ طور پر یہی ہے کہ وہ بہر حال مجرم ضرور ہے۔ سزا کے باب میں دو رائیں ہیں کہ اسے قتل کیا جائے یا سخت قید و بند میں رکھا جائے۔ لیکن اس باب میں بھی سب متفق ہیں کہ مرتدہ عورت بھی اگر تشدد یا فساد پر آمادہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ غرض یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ کسی صورت

---

[1] حدیث بالا کے مفہوم مخالف سے مرتد مرد کا واجب القتل ثابت کرنا اگرچہ الزاماً درست ہے لیکن واضح رہے کہ مرتدہ کو قتل کے حکم سے مستثنیٰ قرار دینے والی کوئی حدیث صحیح نہیں بلکہ سخت ضعیف ہیں اور حنفیہ میں سے جو لوگ مرتدہ کے قتل کی بجائے اسے کسی دوسری سزا کا مستوجب قرار دیتے ہیں بظاہر اس کی وجہ صرف تقلید ہے کیونکہ عورتوں کے قتل سے اجتناب والی حدیث کے مختلف طرق سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ حدیث کسی مرتدہ کے حکم سے متعلق ہے ہی نہیں بلکہ ان حربی عورتوں سے متعلق ہے جو لڑائی میں حصہ نہیں لیتی۔ دراصل جناب الیس رحمٰن صاحب نے قتل کے حکم کو مرتد مرد سے مخصوص کر کے ان کی تقلیدی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش فرمائی ہے مرتدہ عورت کے بارے میں قید کا حکم مجروح ہونے کے باوجود موصوف کے موقف کی تائید نہیں کرتا جیسا کہ عباسی صاحب کی اگلی عبارت سے واضح ہے ۱۲ ــــ مدیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس کے اس جرم کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ مرتدہ عورت سے اگرچہ قتل سے منع کیا گیا ہے تاہم اسے سخت قید و بند میں رکھے جانے کا حکم ہے جو مؤلف کی رائے کے برخلاف ہے کیونکہ موصوف دنیا میں کسی سزا کے قائل ہی نہیں۔

یہ امر بجائے خود قابلِ غور ہے کہ مرتد کے واجب القتل ہونے کا جہاں کہیں بھی حکم آیا ہے، ہر جگہ اس کا سبب ارتداد بتایا گیا ہے جس طرح قاتل کی سزا قتل بوجہ ارتکاب قتل ہے اور زانی محصن کی سزا قتل بوجہ ارتکاب زنا ہے اسی طرح مرتد کی سزا قتل بوجہ ارتکابِ ارتداد ہے۔ اس میں کسی جگہ حربی ہونے کا شاخسانہ موجود نہیں ہے۔ لہٰذا حکم قتل مرتد کے معنی لغتاً، اصطلاحاً، شرعاً اور دیانتاً اس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتے کہ ارتداد جرم مستوجب سزائے موت ہے۔

جرم ارتداد کی سنجیدگی اور شدت کا ثبوت حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کردہ حدیث متعلق ابن سرح سے بھی ہوتی ہے۔ مؤلف کتاب نے اس حدیث کو بھی اپنی تاویل و تعبیر کا ہدف بنایا ہے۔

اس واقعہ کا خلاصہ جو روایت حضرت عبداللہ بن عباس و روایت حضرت سعد بن وقاص میں مذکور ہے یہ ہے کہ:۔

"ایک شخص عبداللہ بن سرح بارگاہِ رسالت کی سیکرٹری شپ سے ہٹ کر کفار سے جا ملا تھا۔ اس پر حضور نے اس کے قتل کا حکم دیا لیکن فتح مکہ کے روز اس نے حضرت عثمانؓ کے پاس پناہ لی۔ حضرت ممدوح اسے حضور کی خدمت میں لے آئے اور درخواست کی کہ اس کی بیعت قبول فرمائی جائے۔ حضور نے اسے دیکھا اور خاموش رہے۔ دوسری بار درخواست کرنے پر بھی چپ رہے۔ تیسری بار درخواست پر اس کی بیعت قبول فرمائی گئی تاہم سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے جب اس کی بیعت سے ہاتھ روک لیا تھا تو کیا تم میں سے کوئی مرد رشید ایسا نہ تھا جو اسے قتل کر دیتا۔ لوگوں نے کہا کہ حضور نے اشارہ فرما دیا ہوتا۔ ارشاد ہوا کہ نبی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ آنکھوں کی خیانت کرے" (ابوداؤد، کتاب الحدود۔ باب من ارتد)

علمائے محدثین نے اس حدیث کی کئی زاویہ ہائے نظر سے تشریح فرمائی ہے لیکن جس امر پر سب کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ ابن سرح جرم ارتداد کی پاداش میں قتل کا مستوجب ہو گیا تھا۔ لیکن اس نے توبہ کر لی اور پھر مسلمان ہو گیا۔ اس لیے قتل سے بچ گیا۔ تاہم حدیث سے عیاں ہے کہ اگر اسے قتل ہی کر دیا جاتا تو قابل بازپرس نہ تھا۔ چنانچہ بعض علماء بشمول ابن ہمام کا یہی مسلک ہے کہ مرتد کو توبہ وغیرہ کا موقع دینا کوئی امر مستحب نہیں ہے۔ اسے استتابہ کہتے ہیں ایسا کیا بھی جا سکتا ہے اور نہ بھی کیا جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔

یہ نیاز مند اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہے کہ آخر اس حدیث سے اس موقف کو کیا تقویت پہنچتی ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ جناب مؤلف نے اس کے لیے جو استدلال فرمایا ہے وہ نہایت ہی دلچسپ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اسے واجب القتل حضورؐ نے اس لیے قرار دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں سے مل کر سیاسی مجرم کی حیثیت میں پیش ہوا تھا محض مرتد نہ تھا۔ اگر محض ارتداد کی پاداشں میں حد شرعی کا مستوجب ہوتا تو حضرت عثمانؓ کا اسے پناہ دینا امکان میں نہ تھا۔

یہ امر واقعہ کہ حضرت عثمانؓ نے اسے پناہ دی، زبردست ثبوت اس بات کا ہے کہ اس کو قتل کی سزا محض ارتداد کی وجہ سے نہیں دی گئی تھی بلکہ وہ مستحق سزا محارب مشرکین کے ساتھ شامل ہو جانے اور ان کی حوصلہ افزائی کے باعث تھا۔

مقامِ حیرت ہے کہ ایک مرتد کو اسلام کے دشمنوں میں شامل ہو جانے کے بعد جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مستوجب قتل قرار دے دیا تھا حضرت عثمانؓ کا پناہ دینا جناب مؤلف کے نزدیک قابلِ فہم ہے لیکن محض جرم ارتداد کے مجرم کو پناہ دینا ناقابلِ فہم ہے درآنحالیکہ خود جناب مؤلف نے اس کے جرائم کی فہرست میں ارتداد کے علاوہ مشرکین قریش سے ساز باز کرنے۔ کلامِ الٰہی میں تحریف کرنے اور وحیِ الٰہی کے ساتھ تمسخر کا ذکر فرمایا ہے۔ میرے نزدیک تو یہ منطق ناقابلِ فہم ہے کہ وہ اگر محض مرتد ہوتا تو حضرت عثمان اسے پناہ نہ دیتے۔ لیکن چونکہ اس نے دوسرے سنگین تر جرائم کا ارتکاب کیا تھا اور حضور نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے پناہ دی۔ اس عجیب و غریب صورتِ حال کو زبردست ثبوت کتنا عجیب ہے۔ مجھے ہرگز یقین نہیں کہ ایسی اوٹ پٹانگ بات جناب مؤلف کے ذہن کی پیداوار ہو یقیناً یہ مسٹر پرویز جیسے گمراہ ذہن کی تخلیق ہو سکتی ہے۔

مؤلف نے مزید فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں دس بارہ اشخاص اور بھی مستوجب قتل قرار دیے گئے تھے۔ اور وہ سب کے سب ایسے تھے جنہوں نے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے اور ان کے خلاف جنگ کی تھی۔ اس لیے انہیں مستوجب قتل قرار دیا گیا تھا۔ آگے فرمایا ہے کہ ان میں سے صرف چار کو قتل کیا گیا اور باقی مجرموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا (ص۳۰)

اس تحقیق کے بعد کاش وہ یہ بھی بتا دیتے کہ جن کو معاف کیا گیا۔ انہیں کس حسن کارکردگی کے صلہ میں معاف فرما دیا اور جو قتل ہوئے ان کا جرم کیا تھا؟ جو ناقابلِ معافی تصور فرمایا گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ مؤلف محقق کو اس کا علم نہ ہو شاید کسی مصلحت سے انہوں نے بیان کرنا مناسب خیال نہیں فرمایا۔ تاہم علامہ شبلی نے ان کی تفصیل بحوالہ زرقانی و ابن ہشام یوں بیان فرمائی ہے۔ (اواخر بیان فتح مکہ)

عام روایت کی رو سے جن دس شخصوں کی سزائے موت کا اعلان کیا گیا تھا ان کا حال یہ ہے کہ وہ شدید مجرم تھے تاہم سات اشخاص خلوص سے ایمان لائے اور ان کو معافی دے دی گئی۔ صرف چار شخص قتل ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین مرد اور ایک عورت۔ عبداللہ بن خطل۔ مقیس بن صبابہ۔ حویرث بن نقید اور ابن خطل کی لونڈی قریبہ۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ چار کے سوا تمام کے معاف کرنے کا سبب یہ تھا کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے باقی چار کے قتل کا موجب یہ بتایا گیا ہے کہ:۔

ابن خطل اور ابن صبابہ دونوں خونی مجرم تھے۔ ابن خطل جو اسلام لا چکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا اور حویرث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کو اونٹ سے گرا دینا چاہا تھا۔ حضرت علی بن ابی طالب نے اسے قتل کرا دیا اور قریبہ ابن خطل کی لونڈی اور مکہ کی ایک مغنیہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجو میں گیت گایا کرتی تھی۔

اس بارے میں متعدد روایات ہیں جن کے الفاظ میں اختلاف ہے لیکن جس کے قتل پر سب کا اتفاق ہے۔ صرف ابن خطل تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ابن خطل کے سوا اور کسی کے قتل کا ذکر نہیں ہے۔

(بخاری باب فتح مکہ)

یہ شخص مرتد بھی تھا۔ اور قاتل بھی لیکن حضور نے بعض قاتلوں کو بھی مسلمان ہونے کے بعد معاف فرما دیا تھا اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ابن خطل کے قتل کا صرف ایک ہی سبب تھا اور وہ اس کا مرتد ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین نے اس کا ذکر "باب قتل المرتد" میں کیا ہے۔

غرض اس لمبی چوڑی بحث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ محض جرم ارتداد مستوجب قتل ہے۔ اگر ان اشخاص میں سے جنہیں حضور نے فتح مکہ کے روز معاف فرما دیا تھا ایک متنفس بھی ایسا تھا جو امن پسند مرتد کی جدید اصطلاح کے پیش نظر قابل درگزر رہا تو شاید کوئی سبیل تاویل کی ممکن ہوتی۔

مؤلف کتاب نے موت کے سزاوار اشخاص جن میں سے صرف تین ایسے اشخاص کے نام بتلائے ہیں جو مرتد ہو گئے تھے۔ ایک ابن سرح جو مسلمان ہو گئے اور معاف کر دیے گئے۔ دوسرے مقیس بن صبابہ جسے فتح مکہ کے روز عبداللہ بن کلبی نے قتل کر دیا۔ تیسرا ابن خطل جسے حضور کے حکم سے قتل کیا گیا۔

ابن سرح کی بیعت کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تامل فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ بعض مرتدین کی توبہ بھی قبول نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ ایسے واقعات احادیث سے ثابت ہیں کہ بعض مرتدین کو استتابہ سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا اور قاتلوں سے باز پرس نہیں کی گئی۔ مقیس بن صبابہ مرتد بھی تھا اور قاتل بھی جس کے باعث اسے قتل کیا گیا اور خطل محض ارتداد کی پاداش میں قتل ہوا۔ غرض ان تمام واقعات سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ مرتد مستوجب قتل ہے۔

اسی طرح کا واقعہ قبیلہ عکل کے ان اشخاص کا ہے جو متعدد جرائم، ارتداد اور بے رحمانہ قتل کے الزام میں گرفتار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر بارگاہِ نبوت میں حاضر کیے گئے اور انہیں اسی بے رحمی کے ساتھ قتل کا حکم ہوا۔

مؤلفِ کتاب کا ارشاد ہے کہ ان کو محض ارتداد کے جرم میں قتل نہیں کیا گیا بلکہ قتل اور سرقہ کی پاداش میں ایسا ہوا لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مرتد قابلِ تعزیر نہیں ہے بلکہ اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ ان لوگوں کو مرتد ہونے کے بعد ہی ایسے جرائم کے ارتکاب کی جرأت ہوئی ۔اگر مسلمان ہو جاتے تو بعض دوسرے مجرمانِ قتل کی طرح انہیں معاف کر دیا جاتا۔ گویا اصلی سبب ان کے قتل کا مرتد ہو جانا ہی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب وہ یمن کی جانب روانہ ہوئے حکم دیا تھا کہ جہاں کہیں بھی مرتد ملے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دو ۔مؤلف کتاب فرماتے ہیں ،مولانا محمد حسن سنبھلی نے ہدایہ کے حاشیہ پر اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے (ص۷۹) یعنی اگر یہ ضعیف نہ ہوتی تو وہ اسے صحیح تسلیم فرما لیتے لیکن اہلِ علم کا حوصلہ قابلِ داد ہے کہ اگر وہ ایسی کوئی ضعیف ترین حدیث بھی پیش فرما دیتے جس میں ارتداد کو ناقابلِ سزا جرم قرار دیا گیا ہو تو وہ تسلیم کر لیتے ۔اس طرح مؤلف نے سنن ابی داؤد کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے رہی تھی ۔ایک صحابی نے اسے قتل کر دیا اور حضورؐ نے اس کو قصاص سے بری قرار دیا اور لکھا ہے کہ اس کے سلسلہ رواۃ میں عکرمہ اور شعبی ہیں جنہیں مشتبہ قرار دیا گیا ہے ۔مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بھی ناقابلِ اعتبار ہے تاہم وہ لکھتے ہیں قتل نہیں ہوئی ۔مطلب یہ کہ اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے (نعوذ باللہ) تو وہ مرتد نہیں ہے انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ کتاب وسنت میں اشتعال انگیزی کی سزا قتل کہاں آئی ہے اور اگر فی الواقع ملتِ اسلامیہ میں ہر اشتعال انگیزی کے جرم کو قتل کا مستوجب قرار دیا ہے تو شاید ایسی جابر حکومت دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

اسی طرح ایک یہودی نے حضورؐ کو السلام علیکم کی بجائے السام علیکم کہا (جو بددعا کے الفاظ ہیں) اصحاب نے اس کے قتل کی اجازت مانگی تو رحمتِ مجسم نے اس سے منع فرمایا۔ مؤلف کتاب کا موقف یہ ہے کہ ایسی اشتعال انگیز حرکتیں بھی قابلِ معافی ہیں تو مرتد کو کیوں واجب التعزیر سمجھا جائے ۔سابقۃ الذکر حدیث میں جو موقف جناب مؤلف نے اختیار فرمایا یہ اس کے متضاد نہیں ہے ۔اشتعال انگیزی اگر موجبِ قتل جرم ہوتا تو اسے کیوں چھوڑ دیا جاتا ۔حدیث اول تو مؤلف ممدوح کے خیال کی خود تردید ہے ۔اس سے قطع نظر کوئی جناب ممدوح کو سمجھائے کہ شرع کے تمام احکام مسلمانوں پر لاگو ہوتے ہیں ۔وہ تو یہودی تھا ۔اس پر شرعی سزا خلافِ عہد اور خلافِ اسلام تھی ۔ہاں اگر وہ مسلمان ہو کر اس صورت کی طرح ایسی بات کرتا تو یقیناً قتل کر دیا جاتا کیا آپ نے سیدھی بات بھی محلِ اشتباہ ہو سکتی ہے۔

قتلِ مرتد کے باب میں اتنے واضح احکام اور اس کے خلاف اس ضعیف استدلال کے باوجود مؤلفِ کتاب کا ارشاد ہے کہ انہوں نے کوئی حدیث ایسی نہیں دیکھی جسے اس حکم کے مستند حامیوں نے بغیر کسی تذبذب کے تسلیم کر لیا ہو (ص۳۰) اور اس نیازمند کا دعوےٰ یہ ہے کہ اس باب میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس سے مرتد کے واجب القتل ہونے پر کسی بھی حق پسند کو تذبذب لاحق ہوتا ہو ۔یہی وجہ ہے کہ ساری کتاب میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے ارتداد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ